نویں قسط

رشیدہ بیگم کسی چیل کی مانند صندل کے ہاتھ کے لکھے رقعے پر جھپٹیں۔۔۔۔

پانچ جماعت پاس رشیدہ کی نظریں جوں جوں اس کاغذ پر پھسل رہی تھیں، اس کی بیٹی پر گذری ہوئی قیامت اس کے اپنے دل پر قطرہ قطرہ اتر رہی تھی۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کی رگوں کو پکڑ کر ربڑ کی طرح کھینچ لیا ہو اور خون میں زہر کے ذرات شامل کر دیئے ہوں۔ اسے اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

"اوہ میرے خدایا، اتنا بڑا ظلم۔۔۔۔" اس کی آنکھوں سے آنسو قطار کی صورت میں بہہ نکلے۔۔

"زمین کیوں نہ پھٹی، آسمان کیوں نہ گرا۔۔۔۔"

محافظ ہی جب لٹیرے بن جائیں تو انسان کس سے منصفی چاہے۔۔۔

رشیدہ کے ہاتھ سے کاغذ چھوٹ کر زمین پر جا گرا اور وہ خود بھی صدمے سے نڈھال زمین پر بیٹھ گئی، اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ایسے بین ڈالے کہ مری شہر کے سارے پہاڑ زمین بوس ہو جائیں۔

وہ جو سمجھتی تھی کہ صندل پر کسی آسیب کا سایہ ہو گیا ہے اور اس نے اس بھوت کا مکروہ چہرہ وہاج کی شکل میں دیکھ لیا تھا اور اس کرب ناک حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے فی الحال دل و دماغ راضی نہیں تھے۔۔۔۔

"اماں تجھے اپنی بیٹی کی آنکھوں میں چھپی اذیت کیوں سمجھ نہیں آئی۔ مائیں تو بیٹیوں کے دلوں میں جھانک لیتی ہیں۔۔" سندس بے آواز رو رہی تھی اور اس کے چھوٹے بہن بھائی الجھن بھری نگاہوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔۔

رشیدہ کی تو لگتا تھا کہ قوت گویائی ہی چھن گئی تھی، اس نے پورا زور لگا کر بولنے کی کوشش کی لیکن گلا ساتھ چھوڑ گیا تھا، بے بسی کے گہرے احساس کے ساتھ اسکی آنکھیں بھی نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

"اماں، تیری بیٹی تو بہت غیرت اور حیا والی نکلی، اس نے کسی اور امتحان میں ڈالنے کی بجائے، خود موت کا کفن پہن لیا۔۔'' سندس کی باتیں اسکی ماں کا کلیجہ چیر رہی تھیں، لیکن رشیدہ کی تو عمر بھر کی کمائی اس کے مالکوں نے لوٹ لی تھی، اس صدمے نے اسے گنگ کر دیا تھا۔

"اماں، تو بولتی کیوں نہیں ہے۔۔۔۔۔'' سندس بے ساختہ ماں کے گلے لگی اور ہچکیوں میں رونے لگی۔

"یہ تو سراسر ظلم ہے، وہاج صاحب نے کیا میری بہن کو کوئی مٹی کی بے جان مورتی سمجھ لیا تھا، ارے کچھ تو اتنے سالوں کی غلامی اور وفاداری کا خیال کیا ہوتا، انہوں نے تو کتوں سے بھی بدتر سلوک کیا ہمارے ساتھ۔۔۔'' وہ روتے ہوئے بے ربط انداز میں بول رہی تھی۔

"ان کو ذرا شرم نہیں آئی، اگر در شہوار بی بی کے ساتھ کوئی ایسا کرے، تو ان کے دل پر کیا گذرے۔۔'' سندس کا دل پھٹ رہا تھا اور اسکی باتیں اسکی ماں رشیدہ کے دل و دماغ کے پرخچے اڑا رہی تھیں۔

"اللہ کرے برباد ہو جائیں سارے کے سارے، کہیں منہ دیکھانے کے قابل نہ رہیں، کیڑے پڑیں ان کی قبروں میں۔۔'' وہ جذباتی ہو کر اب بددعاؤں پر اتر آئی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ میر ہاؤس کے سارے مردوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے گولیوں سے اڑا دے۔

"اماں، بولتی کیوں نہیں ہے، کیا تیری زبان بھی صندل کے ساتھ ہی قبر میں دفنا دی کسی نے۔۔'' اس نے اپنی ماں کا کندھا جارحانہ انداز میں ہلایا اور رشیدہ خاتون ایسے جھٹکے سے جاگی، جیسے کسی نے گہری نیند میں ٹھنڈے پانی کا جگ اس پر انڈیل دیا ہو۔

"یہ سب گھٹیا لوگ ہیں، ابا سے بات کر، اب ہمیں یہاں ایک منٹ کے لیے نہیں رکنا۔ سندس کو ایک دم ہی میر ہاؤس میں اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہوا، اس نے ایک دم ہی فیصلہ کیا اور کھڑی ہو گئی۔۔ وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

"کاکے جا، بھاگ کر ابا کو بلا کر لا۔۔۔۔'' سندس نے اپنے چھوٹے بھائی کو باہر دوڑایا۔۔

"ابھی لایا باجی۔۔۔'' وہ خوفزدہ ہو کر باہر نکلا، ان دونوں کو اصل بات کی سمجھ نہیں آئی تھی لیکن ماں اور بہن کی حالت انہیں یہ سمجھانے کے لیے کافی تھی کہ ان کے خاندان پر کوئی بڑی قیامت گذر چکی ہے۔

سندس نے کمرے میں موجود واحد الماری سے کپڑے نکال نکال کر زمین پر پھینکنے شروع کر دیئے، جب کہ رشیدہ خاتون نے چارپائی کے پائے کو پکڑ کر اٹھنے کی ناکام کوشش کی، اور لڑکھڑا گئی، اسے لگا جیسے وہ ساری زندگی نہ تو اپنی اولاد کے سامنے اور نہ ہی زمین پر اپنے قدموں پر کھڑی ہو سکے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆

وہ اوائل سردیوں کی ایک چمکیلی سی صبح تھی۔۔۔!!!!

کرن اور انابیہ کی پہلی کلاس پروفیسر علوی کے نہ آنے کی وجہ سے ملتوی ہو گئی تھی اور وہ دونوں کیفے ٹیریا سے ڈیسپوزیبل کپوں میں چائے لے کر پارکنگ کے پاس بنی چھوٹی سی منڈیر پر آن بیٹھیں۔

یہ ان دونوں کی پسندیدہ جگہ تھی۔کرن کے ہاتھ میں گرما گرم فرنچ فرائز کی پلیٹ تھی جس کے ساتھ وہ دونوں ہی اس وقت بھرپور انصاف کر رہی تھیں۔۔۔

"بات سنو انابیہ۔۔۔"کرن کے مخاطب کرنے پر اس نے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا۔"سر برہان جیسے ہی مائیکرو اکنامکس کا پیپر بنالیں، کسی طرح ان کے کمرے سے اڑانے کی کوشش کرنا۔"کرن کے شرارتی انداز پر انابیہ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑی۔

"پیاری بہن، ابھی میں نے اپنی ٹانگوں کی انشورنس نہیں کروائی۔۔۔"اس نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"دیکھو سنئیر زبتا رہے تھے کہ وہ پیپر بہت مشکل اور ٹیکنکل سا بناتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ انہی کے پیپر میں لڑھک جائیں۔۔"کرن نے اسے ڈرانے کی کوشش کی تو وہ نہ سمجھ انداز میں اسکی طرف دیکھنے لگی۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔۔۔؟"

ان سے اہم سوالات کا گیس لے لو، آفٹر آل کزن ہیں وہ تمہارے، اب اتنا حق تو بنتا ہے ناں۔"کرن نے شوخی سے نظریں گھمائیں۔"

وہ آج شرارت کے موڈ میں تھی اور برہان کے حوالے سے اسکی چھیڑ چھاڑ انابیہ کو ہمیشہ ہی اچھی لگتی تھی۔وہ چاہ کر بھی اسے نہیں بتا سکی کہ حق تو اس کا ساری دنیا سے زیادہ ان پر بنتا تھا لیکن یہ الگ بات تھی کہ وہ اس چیز کو ماننے سے انکاری تھے۔

"ایسی کوئی بات کم از کم میں تو ان کے سامنے منہ سے نہیں نکال سکتی۔۔۔"انابیہ کے صاف انکار پر وہ مایوس ہوئی۔

"منہ سے بات نہیں کر سکتیں تو سیل فون پر ٹیکسٹ کر کے یا ای میل کے ذریعے پوچھ لو۔۔"اس نے جھٹ سے مشورہ دیا۔

"کیوں میرا سر تڑوانے کا ارادہ ہے تمہارا، ان سے ایسی کوئی امید مت رکھنا، اس معاملے میں بہت سخت ہیں وہ۔۔"

"ماشاءاللہ کیا شیطانی اور سوری لمبی عمر پائی ہے، ابھی نام لیا اور ابھی حاضر ہو گئے۔۔۔"کرن کی بات پر انابیہ کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوئیں۔برہان کی گاڑی ابھی ابھی پارکنگ میں آکر رکی تھی۔اس گاڑی کو تو وہ حاضر گاڑیوں میں سے بھی سیکنڈوں میں پہچان سکتی تھی۔"

"سر برہان کے ساتھ یہ دوسری لڑکی کون ہے۔۔۔؟؟؟"

کرن کا حیرت میں ڈوبا ہوا جملہ انابیہ کی سماعتوں میں گونجا، تو اس نے سر اٹھا کر سامنے کا منظر دیکھا، برہان کی گاڑی سے مناہل قریشی کے ساتھ ساتھ درشہوار کا اترنا اسے خوشگوار حیرت میں مبتلا کر گیا۔

"ارے یہ تو در شہوار ہے، یہ کیا کرنے آ گئی کیمپس۔۔۔؟"

"کون در شہوار۔۔۔؟" کرن حیران ہوئی۔۔

"برہان کی سسٹر۔۔۔" اس نے لاپرواہی سے بتایا۔

"قسم سے خوبصورتی تو ختم ہے تمہارے خاندان پر، کتنی کیوٹ ہے ان کی سسٹر۔۔۔" کرن نے کافی فاصلے پر بھی در شہوار کے خدوخال کا جائزہ لے لیا تھا۔ وہ اس وقت ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں کھلتے ہوئے گلاب کی مانند تر و تازہ لگ رہی تھی۔

"ایک منٹ کرن، میں ابھی اس چڑیل سے مل کر آتی ہوں۔۔۔" انابیہ کے لہجے میں اسکے لیے پیار ہی پیار تھا۔

وہ فوراً منڈیر سے اتر کر دبے قدموں در شہوار کی طرف بڑھی۔ وہ اور مناہل دونوں برہان کی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑی تھیں اور انابیہ کی طرف ان کی پشت تھی، اس لیے در شہوار کی ابھی تک اس پر نظر نہیں پڑی تھی۔

برہان اپنے کسی کولیگ کے ساتھ کچھ فاصلے پر ہیلو ہائے کرنے میں مگن تھے اور وہ دونوں شاید ان کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہی تھیں۔

"میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ برہان کی بہن اتنی فرینڈلی اور مزے کی ہو گی۔۔۔" مناہل نے در شہوار کی کسی بات پر قہقہہ لگایا۔

"اور میں تو گمان بھی نہیں کر سکتی تھی کہ آپکی برہان بھائی کے ساتھ اتنی زیادہ انڈر اسٹینڈنگ ہو گی، وہ تو پورے خاندان میں کسی کو لفٹ نہیں کرواتے، بہت لکی ہیں آپ۔۔۔" در شہوار کے اس جملے نے انابیہ کے قدم وہیں روکے۔

"کیوں، تمہیں اچھی نہیں لگی یہ بات۔۔۔؟" مناہل نے بڑے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

"میری تو دعا ہے، آپ دونوں ہمیشہ ایک ساتھ ہنستے مسکراتے رہیں۔۔۔" در شہوار کے اس جملے نے انابیہ کا دماغ بھک کر کے اڑایا اور اسے پوری کائنات گھومتی ہوئی محسوس ہوئی، جبکہ در شہوار کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ وہ اپنے مخصوص لاابالی پن میں انابیہ کے جیتے جاگتے دل کے ساتھ کھیل گئی تھی۔

"آپ آئیں ناں مری، میں آپکو اپنی والدہ اور باقی خاندان والوں سے ملواؤں گی۔۔۔"

"ہاں برہان بھی اکثر کہتے رہتے ہیں، لیکن میرے خیال میں ابھی یہ مناسب نہیں ہو گا۔۔" مناہل نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئی تھی۔

"تو کب آئے گا وہ مناسب وقت۔۔۔؟؟؟" در شہوار نے شرارت سے پوچھا۔۔۔

"یہ تو حالات اور تمہارے بھائی پر منحصر ہے۔۔۔" مناہل نے زوردار ہنسی کے ساتھ جواب دیا، اور اسی لمحے برہان نے پلٹ کر مناہل کی طرف دیکھا، انابیہ فوراً ایک درخت کے پیچھے ہو گئی، برہان کی آنکھوں کی چمک نے اس کے دل کی دنیا میں اندھیر ابرپا کر دیا۔ وہ بڑی محویت اور دلچسپی سے مناہل کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے اس سے اہم دنیا کا کوئی بھی کام نہ ہو۔

انابیہ کے قدموں نے مزید چلنے سے انکار کر دیا، وہ بڑی سرعت سے پلٹی، اسکی آنکھوں کے آگے آنسوؤں کا پردہ حائل ہو گیا، وہ بمشکل چلتے ہوئے کرن کے پاس پہنچی، اور وہاں رکھی اپنی فائل اٹھا کر ڈیپارٹمنٹ کی طرف چل دی۔۔۔

"انابیہ، کیا ہوا تمہیں۔۔۔؟ بات کیوں نہیں کی تم نے اپنی کزن سے۔۔۔؟"

"کچھ نہیں، ایک ضروری کام یاد آ گیا تھا مجھے۔۔۔۔" اس نے بیدردی سے اپنے بازو کی پشت سے نم آنکھیں صاف کرنے کی کوشش کی۔ آنسوؤں پر اس کا زور نہیں چل رہا تھا، وہ بے اختیار امنڈتے چلے آ رہے تھے۔

وہ ساری دنیا سے اس بے وفائی کی توقع کر سکتی تھی لیکن درشہوار سے نہیں۔۔۔

اس کے جملوں نے اسے آسمان سے زمین پر لا گرایا تھا، وہ اس کے جذبات و احساسات سے بخوبی واقف تھی۔ اس کے باوجود اگر وہ مناہل قریشی کے ساتھ اس طرح کی چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی تو یقیناً وہ برہان کے حوالے سے بہت کچھ جانتی تھی اور یہی بات انابیہ کو تکلیف دے رہی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے انابیہ، ایسے رو کیوں رہی ہو۔۔۔۔" کرن ایکدم پریشان ہو گئی۔

"نہیں یار، آنکھ میں کچھ پڑ گیا ہے۔۔۔" اس نے بات کو ٹالنے کی کوشش کی۔

"مجھے تو لگتا ہے آنکھ میں کچھ پڑا نہیں بلکہ کسی کے چہرے سے کوئی پردہ ہٹا ہے۔۔۔" کرن کے جتاتے ہوئے لہجے میں کچھ تھا۔ وہ نظریں چرا گئی۔ وہ چاہ کر بھی اسے نہیں بتا سکتی تھی کہ کچھ اپنوں کے بدلتے ہوئے رویئے انسان کے دل پر کیسے غضب ڈھاتے ہیں۔۔

☆☆☆☆☆☆

شہر زاد کے لیے وہ گھڑیاں خاصی کٹھن تھیں۔۔۔!!!

وہ ٹی وی لاؤنج میں لگی فل سائز کی اسکرین پر شجاع غنی کی پریس کانفرنس دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی، جب اس کے سیل فون پر ہم زاد کی کال آئی، اس نے ریموٹ سے ٹی وی کی آواز کم کرتے ہوئے افسردہ ان کال ریسیو کی۔

دوسری طرف ہم زاد ٹی وی کی ہلکی آواز ہی سے سیکنڈوں میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اس وقت کس کام میں مگن ہے۔ وہ اس کے جذبات کا بخوبی اندازہ کر سکتا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو شجاع غنی کی کانفرنس دیکھ کر۔۔؟" ہم زاد کے اس جملے پر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

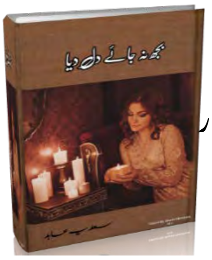

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی

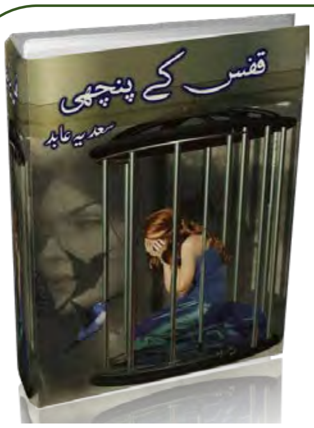

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

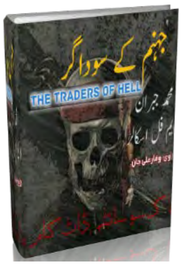

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

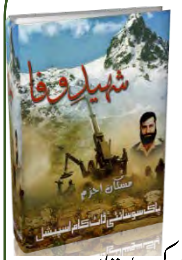

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھیے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شُمار ہوتی ہے۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

"سوچ رہی ہوں، پیسہ اس دنیا کی سب سے بڑی تلخ حقیقت ہے، جو کسی بڑی سے بڑی سچائی کا گلا بڑی آسان سے گھونٹ سکتا ہے۔۔۔"

"لیکن یاد رکھنا، سچائی کو بہت دیر تک جھوٹ کے پردوں میں لپیٹ کر نہیں رکھا جا سکتا۔۔۔"

"کیا فائدہ، جب وقت ہی انسان کے ہاتھوں سے نکل جائے۔۔۔"

"یاد رکھنا، جو اس وقت ''اوپر'' ہے، اسے ہر حال میں ''نیچے'' بھی آنا ہو گا، تقدیر کا ہاتھ بہت بے رحم ہوتا ہے۔۔۔''وہ نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"فی الحال تو اسکی بے رحم حقیقتوں کو ہمیں ہی جھیلنا پڑ رہا ہے۔۔۔"

"اتنی جلدی، مایوس ہو گئی ہو کیا۔۔۔؟''اس کے لہجے کی نرمی، ہم زاد کے دل پر پھوار بن کر برسی۔۔

"مایوسی کا لفظ شہر زاد نے اپنی لغت سے نکال دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں ایک دفعہ پھر پوری قوت سے ان پر جھپٹوں گی۔''اسکے لہجے کی سچائی گواہ تھی کہ وہ غلط نہیں کہہ رہی۔۔۔

"اور یقین مانو، اس پورے سفر میں، میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔۔۔''وہ مسکرایا۔۔

"مجھے دوبارہ سے سہاروں کی عادت مت ڈالیں۔۔''اسکی تلخی کی حد کو چھوتی صاف گوئی ہم زاد کا دل دکھا گئی۔

"تمہیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونا بھی میں نے ہی سکھایا تھا، تم یہ بات کیوں بھول جاتی ہو۔۔''اس نے اس بات کو مذاق میں اڑایا۔

ساری باتیں دل پر لکھی ہیں اور اسی بات کا تو دکھ ہے کہ کچھ نہیں بھولتا۔۔۔''وہ رنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"تو کیوں بھولنا چاہتی ہو تم۔۔۔۔''؟

"میں کسی سراب کے پیچھے بھاگ کر اپنی زندگی ضائع کرنا نہیں چاہتی۔۔۔۔''گفتگو کا موضوع لاشعوری طور پر تبدیل ہو گیا تھا۔

"میں سراب نہیں ایک جیتی جاگتی، سانس لیتی ہوں، بالکل ایسے ہی جیسے تم ہو، جیسے یہ دنیا ہے اور تمہارے اردگرد کے لوگ۔۔۔''وہ مسکرایا۔۔۔

"وہ سب دیکھائی دیتے ہیں اور تم صرف سنائی دیتے ہو۔۔۔۔''شہر زاد کی زبان پھسلی۔۔۔

"جانتا ہوں تمہاری بصارتوں کے بہت قرض واجب ہو چکے ہیں مجھ پر، لیکن یہ میرا وعدہ ہے کہ میں ایک ایک چیز کا حساب دوں گا۔۔"

"ہونہہ۔۔۔۔کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔۔۔''شہر زاد نے کھلم کھلا طنز کیا۔

"فی الحال تو تم مجھے چھوڑو، اور شام تک ایک سرپرائز کے لیے تیار ہو جاؤ۔۔۔۔"

"کیوں، تم آرہے ہو میرے گھر۔۔۔۔؟''اس کو بھی شرارت سوجھی۔۔۔

"تم بلاؤ تو سہی، سر کے بل نہ آئیں تو بے شک پھانسی گھاٹ پر لٹکا دینا۔۔''اسکے شرارتی انداز پر شہر زاد بے ساختہ ہنسی۔۔

"باتوں میں تو کوئی جیت نہیں سکتا تم سے۔۔۔۔۔"

"محبت میں بھی نہیں جیت سکتا، بے شک آزما کر دیکھ لو۔۔۔۔۔"

"تم کسی سرپرائز کی بات کر رہے تھے۔۔۔''شہرزاد کو اچانک یاد آیا۔

"سرپرائز یہ ہے کہ رومیصہ دو چار گھنٹوں میں گھر تک پہنچ جائے گی۔۔۔''ہم زاد کی بات پر ایکدم ہی اسکے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئیں، لیکن اس نے اپنی بے اختیاریوں پر بند باندھنا سیکھ لیا تھا۔۔۔

"اگر ایسا نہ ہوا تو۔۔۔۔۔؟"

"تو پھر جو سزا تم دو گی میں آنکھیں بند کر کے قبول کر لوں گا۔۔۔''وہ پر اعتماد تھا اور اس کا یہی بات تو شہرزاد کو بھاتی تھی۔ شجاع غنی کی کانفرنس کو دیکھ کر اندر ہی اندر پھیلنے والی مایوسی میں ایک جگنو چمکا تھا، جس نے شہرزاد کے اندر ہی اندر کئی روشنیاں پھیلا دی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

آج کا سورج میر ہاؤس میں ایک نئے ہنگامے کے ساتھ طلوع ہوا تھا۔۔ !!!!

پورے گھر میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی، بہادر علی، اور اسکی بیوی رشیدہ راتوں رات اپنے تین بچوں کے ساتھ خاموشی سے میر ہاؤس سے غائب ہو چکے تھے، اور کوارٹر سے ان کا ضروری سامان بھی غائب تھا۔۔

برہان صبح یونیورسٹی جانے کے لیے نکلے، تو گیٹ پر بہادر علی موجود نہ تھا انہوں نے سرسری انداز میں مالی سے پوچھا اور نکل گئے۔

ناشتے کی میز پر رشیدہ کی عدم دستیابی پر تھوڑی ڈھنڈیا مچی تو تاجدار بیگم نے ایک ملازمہ کو سرونٹ کوارٹر میں دوڑایا، تاکہ وہ اسے بلا کر لائے اور وہ اس کی اچھی کلاس لے سکیں، لیکن اسی ملازمہ کی بریکینگ نیوز کے انداز میں نشر کی جانے والی خبر نے پورے گھر میں ایک چھوٹے سے زلزلے کی کیفیت پیدا کر دی۔

تینوں خواتین گھبرا کر اپنے اپنے کمروں سے نکل آئیں، انابیہ نے آج یونیورسٹی سے چھٹی کی تھی، وہ بھی نمیرہ اور طوبیٰ کے ساتھ وہیں موجود تھی اور تاجدار بیگم نے باقی ملازموں کو لائن حاضر کر لیا۔۔

"ارے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا، کہاں دفعان ہو گیا راتوں رات صندل کا خاندان۔۔۔"

تاجدار بیگم کی پاٹ دار آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی۔ اس وقت سبھی ملازمین ایک قطار کی صورت میں ہال کمرے میں اکھٹے تھے۔ جہاں پر خواتین نے کھلی کچہری لگا رکھی تھی اور ابھی اس بات سے گھر کے مرد لاعلم تھے۔

"دیکھو ذرا ایسی کون سی موت آن پڑی ان سب کو بیٹھے بیٹھائے، جو منہ اٹھا کر نکل گئے گھر سے۔۔۔''شارقہ بیگم بھی برہم انداز سے گویا ہوئیں۔

"رشیدہ، کل شام سے کچھ پریشان سی لگ رہی تھی بی بی جی۔۔۔" مالی کی بیوی نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"وہ کم بخت تو صندل کے مرنے کے بعد سے ایسی ہی بوکھلائی ہوئی گھومتی تھی، یہ کوئی نئی بات تھوڑا ہے۔۔۔" تاجدار بیگم نے اس بات کو چٹکیوں میں اڑایا۔

"آخری دفعہ کب دیکھا تھا بہادر کو کسی نے گیٹ پر۔۔۔؟" ندرت بیگم نے بھی تفتیش میں حصّہ لیا۔

"میں نے دیکھا تھا بیگم صاحبہ، تقریبا رات آٹھ بجے، وہ گیٹ پر بیٹھا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔۔۔۔" مالی نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

اس کے بعد کیا کسی نے منتر پڑھ کر غائب کر دیا پورے کنبے کو۔۔۔" تاجدار بیگم ہلکا سا چڑ کر بولیں۔"

"ویسے بھی وہ جانتیں تھیں کہ بہادر کے خاندان کے اس گھر سے جانے کے بعد میر ہاؤس میں کیسا بد نظمی کا طوفان آنے والا ہے، وہ لوگ بہت سالوں سے ان کی خدمت پر معمور تھے اور کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔

"یہ کون سی عدالت سجی ہوئی ہے یہاں۔۔۔"

میر حاکم کی اچانک انٹری سے پورے ہال میں ایک ہلچل سی مچ گئی، وہاج میر بھی ان کے ساتھ تھے۔ سب خواتین نے بوکھلا کر اپنے اپنے دوپٹے سروں پر جمائے، اور تینوں لڑکیاں بھی کونشس ہو کر بیٹھ گئیں۔

"میں پوچھ رہا ہوں، یہ ملازمین کی فوج کو کیوں اکٹھا کر رکھا ہے یہاں۔۔۔؟ ان کے تیز لہجے میں کوفت اور بیزاری کا عنصر نمایاں تھا۔

"آپ بیٹھیں ابا جی، اصل میں تھوڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔۔" تاجدار بیگم کی پریشان آواز پر وہ ہلکا سا چونکے۔۔۔

"کیوں، کسی نے حرام خوری کی ہے گھر میں کیا۔۔۔؟" ان کا بات کرنے کا اپنا ہی کاٹ دار مخصوص انداز تھا۔

"جی ابا جی، کچھ ایسا ہی سمجھیں۔۔۔" ندرت نے تھوڑا بات کو گھمانے کی کوشش کی، جو انہیں خاصی مہنگی پڑی۔

"تو منہ سے کوئی پھوٹے گا تو پتا چلے گا ناں۔۔۔" وہ کفن پھاڑ کر بولے۔۔ ان کے ایکدم غصّے میں آنے پر سبھی خواتین کا ایک ساتھ رنگ اڑا، وہ تو عام حالات میں کسی سے ڈھنگ سے بات نہیں کرتے تھے اور یہاں تو اچھا خاصا مسئلہ چل رہا تھا۔۔

"بہادر علی کا خاندان بغیر بتائے نکل گیا ہے کہیں۔۔۔" تاجدار بیگم کی بات پر وہاج نے بوکھلا کر اپنی ماں اور دونوں چاچیوں کی طرف دیکھا۔

"کہاں نکل گیا ہے۔۔؟"

"یہی تو پتا نہیں چل رہا، کوارٹر سے ان کا ضروری سامان بھی غائب ہے۔۔۔" تاجدار بیگم نے نظریں چرا کر کہا۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا تھا ان کا۔۔۔؟ کہاں جا سکتے ہیں وہ لوگ۔۔۔؟" میر حاکم کو ایک دم ہی غصہ آیا۔

"لگتا ہے کہیں اور سے اچھی نوکری کی آفر آ گئی ہو گی۔۔۔" ندرت نے ایک بار پھر لقمہ دیا۔۔۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"۔ میر حاکم نے فوراً ہی ان کی بات کو رد کیا اور ندرت بیگم کا چہرہ پھیکا پڑ گیا، شارقہ بیگم کو دل ہی دل میں کمینی سی خوشی ہوئی۔

"پچھلے بیس سالوں سے ان کا خاندان ہم پال رہے ہیں، روٹی، کپڑا، مکان ہر چیز تو مل رہی تھی انہیں، بیچ میں چکر کوئی اور ہے۔۔" ان کے دوٹوک انداز پر وہاج کا رنگ اڑا اور طوبیٰ نے طنزیہ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا، جو بار بار اپنے رومال سے اپنے ماتھے پر آیا نادیدہ پسینہ صاف کر رہے تھے۔

"اباجی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔" تاجدار بیگم نے ہمیشہ کی طرح اپنے سسر کی ہاں میں ہاں ملائی۔۔

"لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ بیچ میں مسئلہ کیا ہوگا آخر۔۔۔؟" انہوں نے اپنی کنپٹی پر انگلی گھماتے ہوئے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کی۔

"وہاج بھائی سے پوچھیں ناں، شاید انہیں کچھ پتا ہو۔۔۔۔۔"

طوبیٰ نے ایکدم ہی کمرے میں بم پھوڑا، وہاج کے چہرے پر بوکھلاہٹ چھلکی۔ سبھی کی نظریں طوبیٰ کی طرف اٹھ گئیں۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟ وہاج کو کیوں پتا ہوگا۔۔۔" تاجدار بیگم کو بڑوں کی موجودگی میں طوبیٰ کا بولنا سخت ناگوار گذرا۔ تبھی تو ان کی آنکھوں سے ٹپکتی ناگواری کو محسوس کر کے شارقہ بیگم بے چین ہوئیں۔

"میرا یہ مطلب ہے، صندل بھی تو نور محل میں رہتی رہی ہے، ہوسکتا ہے وہ لوگ بھی وہیں چلے گئے ہوں۔۔" طوبیٰ نے فوراً بات سنبھالی۔

"ایسے ہی اوٹ پٹانگ ہانکتی رہتی ہو، وہ لوگ بغیر بتائے کیسے جاسکتے ہیں وہاں، اور تم تینوں اٹھو اور جاؤ اپنے کمرے میں۔۔۔" شارقہ بیگم نے سب کے سامنے اپنی بیٹی کو لتاڑا اور ساتھ ہی انہیں وہاں سے کھسکنے کا اشارہ کیا، وہ تینوں بادل نخواستہ انداز میں اٹھیں اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئیں۔ طوبیٰ اور نمیرہ کا بڑا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ساری کاروائی اپنی آنکھوں سے دیکھیں لیکن شارقہ بیگم کے حکم کے بعد ایسا ہونا ممکن نہیں تھا۔

تم سب لوگ بھی جاؤ ادھر سے۔۔۔" وہاج نے اپنی بوکھلاہٹ کو چھپانے کے لیے ملازموں پر برسنا شروع کر دیا۔

اس کے ساتھ ہی ہال کمرہ خالی ہونے لگا، لیکن میر حاکم کے چہرے پر پھیلی تشویش میں کمی نہیں ہوئی، ان کی چھٹی حس کسی بڑی گڑبڑ کا اشارہ کر رہی تھی اور مصیبت یہ تھی کہ اس گڑبڑ کا فی الحال انہیں کوئی بھی سرا نہیں مل رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رومیصہ کی گاڑی بڑی تیزی کے ساتھ ایف سیکٹر کی طرف بھاگ رہی تھی۔۔۔

ایک بے نام سا اضطراب ان دونوں کے جسم میں چٹکیاں بھر رہا تھا۔۔۔

وہ اپنے دوست کے ساتھ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر تھا جبکہ رومیصہ افسردہ انداز میں پچھلی سیٹ پر براجمان تھی، اس نے اپنے چہرے کو دوپٹے کے ساتھ چھپا رکھا تھا، اور اس چیز کی تلقین اس شخص کی طرف سے آئی تھی جس کی بات ماننے کا اب اس نے عزم کر رکھا تھا۔

"میرا خیال ہے انہیں کسی مرکز میں چھوڑ دیتے ہیں، وہاں سے ٹیکسی لے کر چلی جائیں گی اپنے گھر۔۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔"اس نے فوراً ہی اس بات کی نفی کی۔

"دماغ چل گیا ہے تیرا، کیا گھر کے اندر تک چھوڑ کر آئے گا۔۔؟"اسکا دوست جھنجھلا اٹھا۔۔

"کم از کم گیٹ تک تو چھوڑ سکتے ہیں ناں۔۔۔"وہ رومیصہ کے معاملے میں اب کسی قسم کا بھی رسک نہیں لے سکتا تھا۔

"ٹینا ہاؤس کے باہر سی سی ٹی وی کیمرہ لگا ہوا ہے، یہ بات بھی ذہن میں رکھنا، ایسے نہ ہو داماد صاحب کو پہلے ہی رات حوالات میں گذارنی پڑ جائے۔۔۔"اسکے فرینڈ کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی، مگر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔۔

"شٹ اپ، میں اسے راستے میں نہیں چھوڑ سکتا، چاہے کتنا ہی رسکی کیوں نہ ہو۔۔۔"اسکا ضدی انداز اور کیئرنگ رویّہ رومیصہ کو اچھا لگا۔

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں، گاڑی گیٹ کے سامنے لے جانا ٹھیک نہیں ہو گا، ہو سکتا ہے، ہمارے گھر کے باہر پولیس گارڈز بھی ہوں۔" رومیصہ نے ہلکا سا جھجک کر گفتگو میں حصّہ لیا۔

"بھابھی، یہ بات مجھے نہیں، اس بے وقوف کو سمجھائیں۔۔۔"

رومیصہ اس کے بھابھی کہنے پر ایک دم بلش کر گئی، اور اسی لمحے اس نے بھی بیک مرر سے اسکی طرف دیکھا، دونوں کی نظریں ملیں اور رومیصہ کے دل کی دنیا میں ایک طلاطم برپا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے، تم گاڑی اسٹریٹ کے کارنر پر کھڑی کر دینا، میں رومیصہ کے پیچھے چلتا رہوں گا، جب تک وہ گھر کے اندر نہیں چلی جائے گی۔"وہ بات جو اس کا دوست اتنی دیر سے نہیں سمجھا پایا تھا وہ رومی کی ایک نظر نے سمجھا دی تھی اسے۔۔

اس نے ڈیش بورڈ کھول کر مختلف سی ڈیز دیکھنا شروع کر دی تھیں، اور سی ڈی پلئیر چلا دیا، پوری گاڑی میں مہندر کپور کی خوبصورت آواز گونجنے لگی۔

چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں۔۔۔

نہ میں تم سے امید رکھوں دل نوازی کی۔۔۔۔۔

نہ تم میری طرف دیکھو، غلط انداز نظروں سے

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

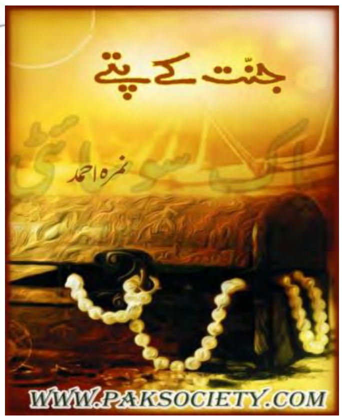

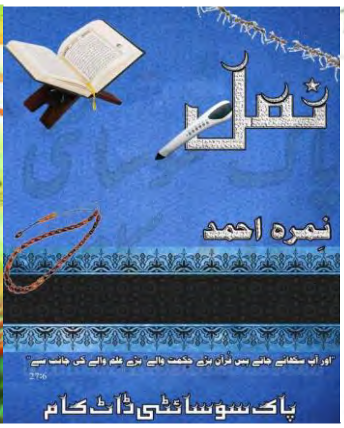

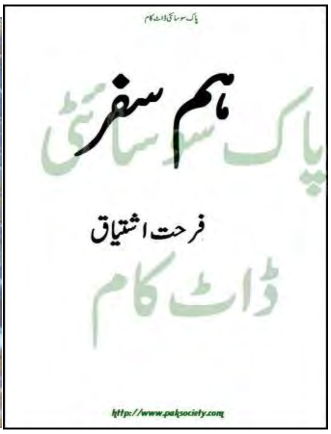

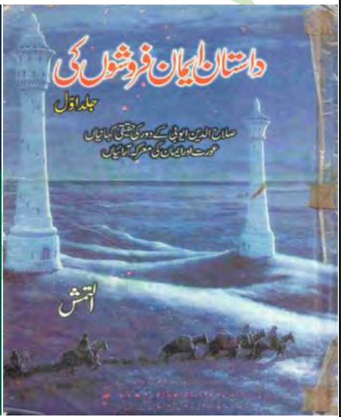

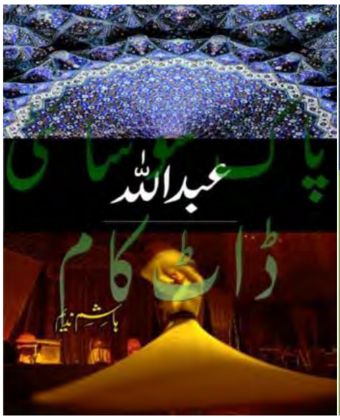

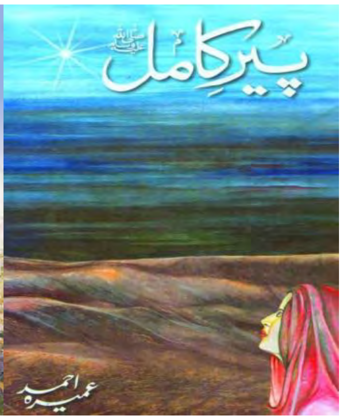

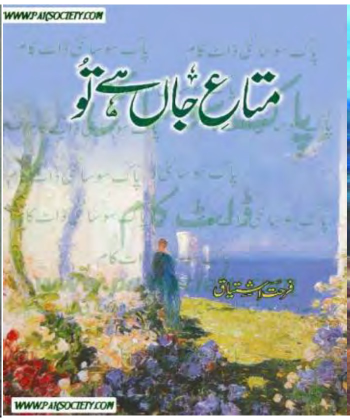

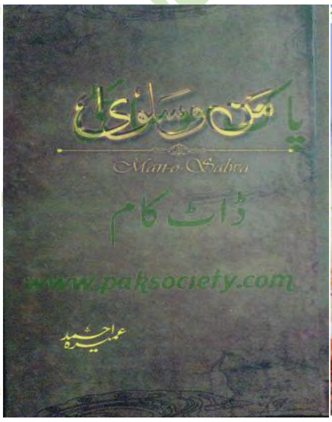

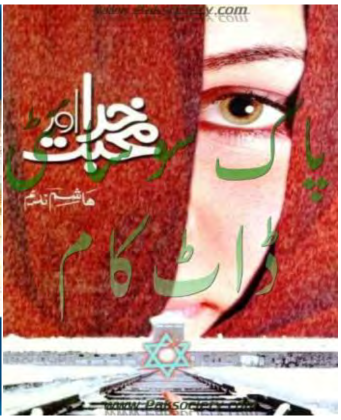

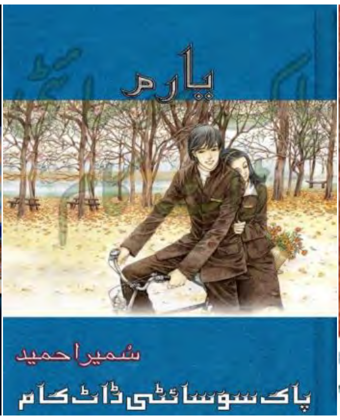

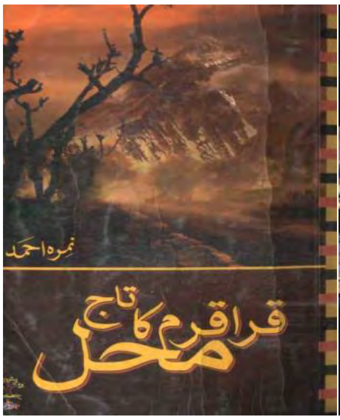

اس گیت کا ایک ایک بول ان دونوں کے دل پر اتر رہا تھا، رومیصہ کو لگ رہا تھا جیسے کوئی اسے سولی پر چڑھانے کے لیے لے جا رہا ہو۔ اسکے سیکٹر کی حدود جیسے ہی شروع ہوئیں، ان تینوں کے ہی اعصاب تن گئے۔ اس کے دوست نے گاڑی اس کی اسٹریٹ کے شروع میں ہی ایک سائیڈ پر کھڑی کر دی، اس نے تیزی سے اتر کر رومی کی سائیڈ کا دروازہ کھولا، اس کا چہرہ دوپٹے میں چھپا ہوا تھا لیکن اسکی آنکھیں ضبط کی کوشش میں لال ہو رہی تھیں۔

"دھیان سے جانا جگر۔۔۔" اس کا دوست اس کے لیے فکر مند تھا۔۔۔

"ڈونٹ وری، چلو رومیصہ۔۔۔"

اس کے لہجے کی نرمی پر رومیصہ کا دل ایک دفعہ پھر پگھلا، اور اس کا ایک ایک قدم منوں وزنی ہو رہا تھا، وہ بمشکل چل رہی تھی، اور وہ اس سے کچھ فاصلے پر منہ نیچے کیے بہت آہستگی سے بولتا ہوا آ رہا تھا۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت رومیصہ ضبط کی کڑی منزلوں سے گزر رہی ہے۔

"پریشان مت ہونا، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔" رومیصہ کو اس وقت اسی دلاسے کی اشد ضرورت تھی۔ وہ چلتے چلتے بے اختیار مڑی، دوپہر کے اس پہر پوری گلی سنسان تھی اس کے باوجود دونوں کے چہروں سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔

"ارسل۔۔۔!!!" اسے لگا جیسے کائنات تھم گئی ہو۔ رومیصہ نے پہلی دفعہ، اسے اس کے نام سے پکارا تھا۔

"اس طرح سے دیکھو گی تو پلٹ کر نہیں جا سکوں گا۔۔۔" ارسل نے بے اختیار نظریں چرائیں۔۔۔

"مجھے نہیں جانا۔۔۔" رومیصہ کی آنکھوں سے آنسو ایک ساتھ ٹپکے۔۔۔

"اچھا ادھر آؤ۔۔۔" وہ نرمی سے اسکا بازو پکڑ کر ایک کوٹھی کی بوگن ویلیا کی گھنی بیل کے نیچے لے آیا۔

وہ دونوں اس گھنی بیل کے نیچے اس انداز سے کھڑے تھے کہ پاس سے گزرنے والا ہی بمشکل ان کے چہرے دیکھ سکتا تھا۔ رومیصہ کے چہرے سے دوپٹہ ہٹ گیا تھا اسکی آنکھیں شدت گریہ سے سرخ ہو رہی تھیں، وہ شاید سارا راستہ روتی ہوئی آئی تھی، ارسل کے دل پر گھونسہ سا پڑا۔

"پلیز رومی، مجھے ایگزام نکال دینے دو، میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔۔۔" وہ بلا ارادہ اس کے تھوڑا قریب ہوا، اس کی آنکھوں سے چھلکتے جذبے اور لہجے کی سچائی کو کسی گواہی کی ضرورت نہیں تھی۔

رومیصہ کو پہلی دفعہ یقین آیا تھا کہ اللہ کی اس پر خاص رحمت تھی، جس نے اس کی بے انتہاء غلطیوں اور کوتاہیوں کے باوجود اس شخص کا ساتھ اس کی قسمت میں لکھ دیا تھا جس نے اسے اپنی مکمل ذمے داری کے طور پر قبول کیا تھا۔

وہ رو رہی تھی اور ارسل اپنے ہاتھوں کی نرم انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو چن رہا تھا، وہ دونوں کسی اور دنیا میں پہنچے ہوئے تھے، اور سیل فون کی گھنٹی انہیں حقیقت کی دنیا میں لے آئی۔

"تم خود بھی مرو گے اور مجھے بھی مرواؤ گے۔۔۔"

اسکا دوست گاڑی میں بیٹھا ہوا اتنی زور سے چیخا تھا کہ سیل فون سے باہر اسکی آواز رومیصہ کی سماعتوں تک بھی پہنچی، اس نے بوکھلا کر ایک دفعہ پھر دوپٹے سے منہ چھپا لیا۔

"آرہا ہوں میں۔۔۔" ارسل نے سنجیدگی سے جواب دے کر فون بند کر دیا۔ "چلو رومیصہ، تمہیں جانا ہوگا۔۔۔

"تم جاؤ، میں چلی جاؤں گی۔۔۔" وہ ہونٹ کچلتے ہوئے آنکھوں میں تنی دھند کی چادر کو ہٹانے میں کوشاں تھی۔

"تمہیں پتا ہے ناں میں تمہیں راستے میں نہیں چھوڑ سکتا، یہ میری بھی مجبوری ہے۔۔۔" جملہ سادہ لیکن انداز خاصا معنی خیز تھا۔ وہ بوکھلا کر تیز تیز چلنے لگی، وہ اپنی وجہ سے اس شخص کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی، جو اس کے دل پر اپنے نام کو جھنڈا لگا چکا تھا۔

"ہم پھر ملیں گے رومیصہ، اور یہ وعدہ ہے میرا تمہارے ساتھ۔۔۔"

"تم جاؤ ارسل، میں چلی جاؤں گی اب۔۔۔" وہ چلتے چلتے مڑی، ارسل کی سانس سینے میں اٹکنے لگی، اور اسکے قدموں کی رفتار سست پڑ گئی۔

اسی وقت رومیصہ کے گیٹ کے اندر سے دو سیکورٹی گارڈ باہر نکلے، انہوں نے چونک کر اس لڑکی کی طرف دیکھا، جو بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی گیٹ پر آن پہنچی تھی، ایک سیکورٹی گارڈ نے اسے پہچان لیا۔

"رومیصہ بی بی، آپ۔۔۔" سیکورٹی گارڈ پر جوش انداز میں چیخا۔

ارسل نے اس کے گھر کے سامنے سے گذرتے ہوئے ایک سرسری نگاہ اس عالی شان بنگلے پر ڈالی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی آمد سے اندر ایک کھلبلی سی مچ جائے گی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ مر جائے گی لیکن اس پر کوئی حرف آنے نہیں دے گی۔۔

وہ تیز تیز چلتا ہوا گلی کے اختتام پر پہنچ گیا، اس نے آخری دفعہ مڑ کر دیکھا، رومیصہ اندر جا چکی تھی اور ارسل کو لگا جیسے اس کے تن سے بھی روح نکل گئی ہو۔ اس کی جدائی اس قدر جان لیوا ہو گی، اس بات کا ادراک اسے ابھی ابھی ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پاس آئے، دوریاں پھر بھی کم نہ ہوئیں۔۔۔

اک ادھوری، سی ہماری کہانی رہی۔۔۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ٹی وی اسکرین پر کسی انڈین مووی کا آخری جذباتی سین چل رہا تھا اور پورے کمرے میں انابیہ کی سسکیاں گونج رہی تھیں، وہ صوفے پر دونوں پیر اوپر رکھے مکمل طور پر اس دکھی منظر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ پاس ہی ٹشو کا ایک ڈبہ رکھا ہوا تھا۔

برہان اور در شہوار ٹی وی لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے، انابیہ کو انکی آمد کی بالکل بھی خبر نہیں ہو سکی، وہ تو اس وقت ہیرو کی موت اور ہیروئن کے غم میں نڈھال تھی، اور پورا گھر جانتا تھا کہ وہ اس معاملے میں کتنی جذباتی اور حساس ہے۔ اس وجہ سے اس کی باقی کزنز اس کا خوب مذاق اڑاتیں اور وہ چاہ کر بھی اپنی بے جا حساسیت سے پیچھا نہیں چھڑا سکی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں۔۔؟"

برہان کے سرد لہجے پر وہ ایک لمحے کو سٹپٹا کر اٹھی۔ اس کی گود میں رکھا ریموٹ کنٹرول کارپٹ پر جا گرا۔ جسے برہان نے جلدی سے اٹھا کر ٹی وی اسکرین کو آف کیا، انہیں اس قسم کی موویز سخت کوفت میں مبتلا کرتی تھیں۔

"السلام علیکم۔۔۔" اس نے بوکھلا کر انہیں سلام کیا، در شہوار کے چہرے پر ایک محظوظ ہوتی مسکراہٹ تھی، وہ جانتی تھی کہ اس وقت انابیہ کے دل کی کیا حالت ہو گی اور وہ ہمیشہ ایسی سچوئشنز کو انجوائے کرتی تھی۔

"یہ کیا ڈرامہ چل رہا تھا یہاں۔۔۔؟ آخر تم کس دن حقیقت کی دنیا میں جینا سیکھو گی۔۔۔" انہوں نے بے رحمانہ انداز میں اسے جھاڑا۔

"مجھ سے زیادہ حقیقت پسند کم از کم میر ہاؤس کی کوئی اور لڑکی نہیں ہو سکتی۔۔" انابیہ خود کو سنبھال چکی تھی، اس کے تلخ لہجے نے برہان اور در شہوار دونوں کو ہی چونکا دیا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا اس بات سے۔۔۔؟؟؟" ان کی تیوری کے بل گہرے ہوئے۔

"مطلب۔؟ اور وہ بھی آپ پوچھ رہے ہیں۔۔۔؟" انابیہ کا طنز انہیں سلگا گیا۔

"ہاں میں ہی پوچھ رہا ہوں۔۔۔"

ان کی گہری سرد، برفیلی نظریں انابیہ کی قوت برداشت کا امتحان لے رہی تھیں لیکن وہ آجکل زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا ہنر سیکھ رہی تھی۔ اس لیے اپنے قدموں پر مضبوطی سے ڈٹی رہی۔

"آپ نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہو گا، کیونکہ جس دن انابیہ خاقان کی زبان کھل گئی، اس کے بعد آنے والا طوفان میر ہاؤس کی در و دیوار کو ہلا کر رکھ دے گا۔" وہ اس دفعہ اپنے پر اعتماد انداز سے برہان کے ساتھ ساتھ در شہوار کے بھی چھکے چھڑا گئی۔ تبدیلی کا یہ موسم بڑی تیزی سے آیا تھا۔

"یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو مجھ سے۔۔۔" وہ جیسے ہی لاؤنج سے نکلنے لگی، برہان نے بلا ارادہ غصّے سے اسکا بازو پکڑا۔ انابیہ کے چہرے پر ایک تمسخرانہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔ در شہوار کا دل دہل گیا۔

"بس چند منٹوں میں ہی ضبط کھو دیا، میرا ابھی تو حوصلہ دیکھیں، اتنے سالوں سے برداشت کر رہی ہوں۔۔۔" وہ ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر غصّے سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"اسے کیا ہوا۔۔۔؟" درشہوار نے حیرانگی سے اپنے بھائی کی طرف دیکھا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔۔" چھوٹی بہن کے سامنے اس کا رویّہ انہیں بہت انسلٹنگ لگا۔

"میں پوچھتی ہوں اس سے۔۔۔" درشہوار تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اس کے کمرے کی طرف گئی، دروازہ کھلا ہوا تھا، سامنے طوبیٰ آئرن اسٹینڈ پر اپنا کوئی سوٹ پریس کر رہی تھی، اسے دیکھ کر وہ بے تابی سے اسکی جانب بڑھی۔

"تھینکس گاڈ، تم آ گئیں، قسم سے پورے گھر میں عجیب سی وحشت اور اداسی کا راج تھا، ہم سب لوگ بہت مس کر رہے تھے تمہیں۔۔۔" طوبیٰ سے گلے ملتے ہوئے بھی اس کی نظریں انابیہ کو تلاش کر رہی تھیں۔ طوبیٰ نے جلد ہی اسکی بے چینی کو بھانپ لیا۔

"کسے تلاش کر رہی ہو۔۔۔؟"

"بیا کہاں ہے۔۔۔" درشہوار کا جملہ ابھی منہ میں ہی تھا، انابیہ واش روم سے نکلی اور اس نے ہاتھ میں پکڑا ٹاول کرسی پر اچھالا، اسکی آنکھوں سے چھلکتا گلابی پن دونوں کو ہی باور کروا گیا کہ وہ اندر رو کر آئی ہے۔

"بیا، کیا ہوا آپ کو۔۔۔؟" درشہوار نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا تو طوبیٰ بھی فکرمند ہوئی۔

"کچھ نہیں اور تم جاؤ یہاں سے۔۔۔"

انابیہ کے لہجے کی بے رخی پر درشہوار کو جھٹکا سا لگا۔ اس نے بوکھلا کر اپنی اس کزن کو دیکھا، جس کی نرم مزاجی کی خاندان کی سب خواتین مثالیں دیتی تھیں، وہ کچھ لمحے غور سے انہیں دیکھتی رہی اور پھر جھٹکے سے مڑ گئی۔ طوبیٰ گھبرا کر اپنی بہن کی طرف بڑھی۔

"فار گاڈ سیک طوبیٰ، مجھ سے کچھ بھی مت پوچھنا، میں اپنا ضبط کھو دوں گی۔۔۔"

وہ بیڈ پر لیٹی اور اس نے کمبل تان لیا، جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ اس لمحے کسی سے بھی بات کرنا نہیں چاہتی۔ طوبیٰ کو بے شمار اندیشوں نے گھیر لیا، وہ جانتی تھی کہ انابیہ کو کوئی چھوٹی موٹی بات پریشان نہیں کر سکتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"دیکھیں بیرسٹر صاحبہ، بندہ ہر بات برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنی بہو بیٹیوں کی عزت کی طرف اٹھتا ہوا ہاتھ نہیں۔۔۔"

شجاع غنی کی اس بات نے شہرزاد کو کچھ لمحوں کے لیے سن کر دیا، اور وہ ہکا بکا انداز میں اس شخص کا چہرہ دیکھنے لگی، جو چند ہی دنوں میں اسے خاصا بوڑھا بوڑھا سا لگنے لگا تھا۔

وہ اس وقت ارتضیٰ حیدر کی مدد سے شجاع غنی کے نئے گھر پہنچ چکی تھی، اس کی پریس کانفرنس کے بعد اس کے گھر کا پتا تلاش کرنا اتنا بھی مشکل نہیں رہا تھا، تبھی تو چند ہی گھنٹوں کے بعد وہ اسکی بیٹھک میں موجود تھی۔

"آپ خود بتائیں، جب گھر کی خواتین کی عزت پر حرف آنے لگے تو ایک غیرت مند بندہ کیا کرے، ان کا تماشا بنوائے یا سچائی کا ساتھ دے۔۔۔"

شجاع غنی کے منہ سے نکلنے والے اس جملے نے اسے لاجواب کر دیا، اس نے بے یقین نظروں سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اس مجبور شخص کو دیکھا، جس کی جھکی گردن، مایوسی میں ڈوبا ہوا لہجہ اور بے بس انداز چیخ چیخ کر بتا رہا تھا کہ اس نے یہ قدم کس مجبوری کے عالم میں اٹھایا ہو گا۔

"میں آپ کی بات سمجھی نہیں شجاع صاحب۔۔۔" وہ جان کر بھی انجان بن گئی۔

"اب کیا بتاؤں، آپ کو۔۔۔" وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوا۔

"میرے ساتھ آخری ملاقات تک تو آپ اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے تھے۔۔۔" اس نے انہیں یاد دلایا۔

"کورٹ میں آخری پیشی کے بعد میں گھر آیا تو میری سب سے چھوٹی بیٹی کالج سے آتے ہوئے راستے سے غائب کر دی گئی، ایسے عالم میں کون شریف انسان اپنے موقف پر قائم رہ سکتا ہے۔۔۔" اس کے لہجے میں ٹوٹی کرچیوں کی سی چبھن تھی۔

"واٹ۔۔۔؟" شہزاد کے ساتھ ساتھ ارتضیٰ کو بھی شاک لگا۔

"آپ کو انفارم کرنا چاہیے تھا ہمیں۔۔۔" ارتضیٰ ہلکا سا جھنجھلایا۔۔۔

"دیکھیں ایس پی صاحب۔۔۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید بولنے سے روکا۔

"میں اتنا بہادر نہیں تھا کہ اپنی بیٹی کا میڈیا میں تماشا بنوا لیتا اور لوگوں کی انگلیاں اس کے کردار کی طرف اٹھتیں اور وہ ساری زندگی خاندان والوں کی چبھتی ہوئی نظروں اور بے ہودہ سوالوں کے جوابات دیتے گذار دیتی۔۔۔" شجاع غنی کے منہ سے نکلنے والی اس تلخ سچائی نے شہزاد کو کچھ لمحوں کے لیے گنگ کر دیا۔

"کیا میر حاکم علی کے خاندان نے یہ گھٹیا حرکت کی تھی۔۔۔؟" اس نے ہلکا سا سنبھل کر پوچھا۔

"ان کے علاوہ کون کر سکتا تھا ایسا۔۔۔" وہ طنزیہ انداز میں مزید گویا ہوا۔

"صرف چند گھنٹوں میں انہوں نے میری ذات کا غرور چھین لیا، میری عزت نفس اور غیرت کا سودا کر دیا، میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی حل چھوڑا ہی نہیں، بہر حال میں بہت زیادہ شرمندہ ہوں آپ سے، ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا۔۔۔" شجاع غنی حقیقتاً شرمندہ تھا۔

"آپ نے جو کیا، بالکل ٹھیک کیا۔۔۔"ارتضی حیدر نے ان کی شرمندگی کے احساس کو کم کرنے کے لیے کہا۔

"میرا خیال ہے شہرزاد، اب ہمیں نکلنا چاہیے۔۔۔"وہ ایک دم کھڑے ہوئے اور شہرزاد کو بھی ان کی پیروی کرنا پڑی۔۔۔

"آپ ٹینشن مت لیں، اللہ ظالموں کی رسی دراز ضرور کرتا ہے لیکن انہیں اسی دنیا میں اسکا حساب دینا پڑے گا۔"شجاع غنی نے شہرزاد کے بجھے ہوئے چہرے کو دیکھ کر سنجیدگی سے کہا تو وہ زبردستی مسکرادی۔

وہ دونوں اس کی بیٹھک سے نکل کر سڑک پر آگئے جہاں ارتضی کی جیپ کھڑی تھی، اس نے آگے بڑھ کر احتراماً شہرزاد کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا اور وہ اپنی سوچوں میں گم چپ چاپ بیٹھ گئی، اس ملاقات نے اس کا میر فیملی کی طرف سے مزید دل کھٹا کر دیا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ۔۔۔؟"ارتضی نے اسکا کسی گہری سوچ میں گم چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"میرے خیال میں، شجاع صاحب کو اتنی جلدی ہتھیار نہیں پھینکنے چاہیے تھے۔۔۔"وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید یہی کرتا۔۔۔"ارتضی حیدر کی صاف گوئی پر شہرزاد کو تعجب کا جھٹکا لگا۔

"کم از کم آپ سے میں اس بزدلی کی توقع نہیں کرتی۔۔۔"شہرزاد کے دل کی بات اسکے لبوں سے نکلی۔

"آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ اولاد کی محبت کیا چیز ہوتی ہے۔۔۔"

"ہاں، آپ کے تو جیسے ایک درجن بچے ہیں۔۔۔"وہ جل کر بولی اور ارتضی کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔

"بعض دفعہ ہمارے کچھ بولڈ فیصلے، دوسروں کے راستے میں کرچیاں بھی بکھیر سکتے ہیں، اس لیے میں اس کامیابی کو کامیابی نہیں سمجھتا ،جو دوسروں کو امتحان میں ڈال کر حاصل کی جائے۔۔۔وہ دوٹوک انداز میں اپنا موقف بتا رہا تھا۔

"کسی ایک جنریشن کو تو قربانی دینا ہی پڑتی ہے۔۔۔"شہرزاد کے اس معاملے میں اپنے اصول تھے۔

"آپکی بہن کے ساتھ جو ہوا، اس کے باوجود بھی آپ یہی کہہ رہی ہیں کہ شجاع کو اسٹینڈ لینا چاہیے۔۔۔۔"

ہاں۔۔۔"وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔

"شجاع غنی کی بیٹی کا کیا قصور ہے شہرزاد۔۔۔"ارتضی حیدر نادانستگی میں اسکی دکھتی رگ کو دبا گیا۔

"تو میری بہن کا کیا قصور تھا، اسے بھی تو جان بوجھ کر اس سارے معاملے میں ملوث کیا گیا، وہ ابھی تک اپنے ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہی ہے اور اللہ جانے کب تک بھگتی رہے گی۔۔۔"وہ ایک دم پھٹ پڑی۔

"آئی ایم سوری، میرا مقصد ہرگز آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔۔۔"وہ بے چین ہوا۔

"آپ کو جو بھی مقصد تھا لیکن یہ بات ذہن میں رکھیے کہ میری بہن نے جسٹس محمود کے بیٹے کا مرڈر نہیں کیا۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی اور ارتضٰی پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

"آئی تھنک، آپ نے میری بات کو مائنڈ کیا ہے۔۔۔" اس کے لہجے میں پریشانی ہی پریشانی تھی۔ وہ اسکی ناراضگی کسی بھی قیمت پر افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔" شہر زاد نے فوراً ہی اسکی بات کی نفی کی اور کھڑکی سے باہر دوڑتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔۔۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" ارتضٰی حیدر کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

"میں نے کہا ناں، آل رائٹ۔۔۔ وہ لاپرواہی سے بولی۔

"تو ٹھیک ہے پھر ایک کپ کافی کا آپ کو میرے ساتھ پینا ہو گا۔۔۔ اس نے اپنی جیپ "سیکنڈ کپ" کافی شاپ کے سامنے روک دی۔

"ٹرسٹ می ارتضٰی، میرا قطعاً بھی موڈ نہیں ہے۔۔۔۔"

"چلیں، آپ میرا ساتھ دینے کو کچھ دیر کے لیے بیٹھ تو سکتی ہیں ناں۔۔۔" وہ نرمی سے گویا ہوا۔

وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اترا تو شہر زاد کو بھی مجبوراً اس کی بات ماننی پڑی کیونکہ وہ اپنی پروفیشنل مصروفیات میں ہر مشکل وقت میں اس کے ساتھ ہوتا تھا، اور وہ کم از کم احسان فراموش نہیں تھی۔

اسے کافی شاپ میں بیٹھے ہوئے بمشکل پانچ منٹ ہی گذرے تھے جب اسکی ٹیکسٹ ٹون کی بپ بجی۔۔۔ اس نے ایک لمبا سانس لے کر اپنے سیل فون کی اسکرین پر نظریں دوڑائیں، اسے ہلکا سا شاک لگا۔۔۔ سامنے ہم زاد کا میسج تھا۔

"زندگی میں مجھے آج سے پہلے کافی کبھی اتنی بُری نہیں لگی، تم جب جب اس شخص کے ساتھ ہوتی ہو، یقین مانو میرے لیے کھل کر سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے، آخر کب تک تم میرے دل سے کھیلتی رہو گی۔۔۔"

اس نے بے اختیار گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھا، اس وقت کافی شاپ میں کافی رش تھا۔ ارتضٰی سیلف سروس کی وجہ سے کاؤنٹر پر کھڑا تھا اس کی پشت شہر زاد کی طرف تھی، اور ہم زاد کا یہ میسج شہر زاد کا سارا سکون برباد کر چکا تھا، تبھی ارتضٰی واپس آیا تو وہ بے چینی سے پہلو پر پہلو بدل رہی تھی۔۔

"سب کچھ ٹھیک ہے ناں۔۔۔؟" وہ اسکی بے چینی بھانپ چکا تھا۔

"ہاں۔۔۔" وہ زبردستی مسکرائی، اسی وقت اس کے سیل فون کی مترنم گھنٹی بجی، دوسری طرف ٹینا بیگم تھیں۔

"شہر زاد کہاں ہو تم، فوراً گھر پہنچو۔۔۔"

"کیا ہوا امی، خیریت تو ہے ناں۔۔۔" ان کا غیر معمولی انداز اس کا دل دھڑکا گیا۔

"رومیصہ واپس آگئی ہے۔۔۔''ٹینا بیگم کے اس جملے نے اسکی سماعتوں پر ٹھنڈی پھوار برسا دی۔ یہ وہ الفاظ تھے جن کو سننے کے لیے اس کے کان ترس گئے تھے۔ تبھی وہ کافی کا مگ میز پر رکھ کر بے تاب انداز میں کھڑی ہوئی۔

"ارتضیٰ، ہمیں نکلنا ہوگا، رومی گھر آگئی ہے واپس۔۔۔''اس کے ہر انداز سے خوشی چھلک رہی تھی۔

"دیٹس گریٹ۔۔۔''اس نے بھی اپنا کافی کا کپ جوں کا توں واپس رکھ دیا تھا۔ اگلے ہی لمحوں میں وہ سب کچھ بھول کر بڑے ریلکس انداز میں ارتضیٰ کی جیپ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رومیصہ کی واپسی کی خبر نے اس کے اعصاب کو خاصا پرسکون کر دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"تمہیں کس نے بتایا، شجاع غنی کو اس طرح ٹریپ کیا گیا تھا۔۔؟''

سعد نے ہادی کا چہرہ حیرانگی سے دیکھا، جیسے وہ کوئی داستان امیر حمزہ سنا رہا ہو۔ دونوں اس وقت لان میں ٹہل رہے تھے۔ شام کے وقت مری کی ہواؤں میں مزید ٹھنڈک کا اضافہ ہو جاتا تھا اور یہ موسم ہادی کو بے انتہاء پسند تھا۔

"ظاہر ہے کون بتا سکتا ہے، شہرزاد نے ممی کو بتایا تھا، اسکی ملاقات ہوئی تھی اس سے۔۔۔''

"یہ تو بہت بُرا کیا میر خاقان نے۔۔۔''سعد کو بھی ٹھیک ٹھاک افسوس ہوا۔

"میں تو تمہیں پہلے دن سے کہہ رہا ہوں کہ یہ خاندان اس قابل نہیں ہے کہ انہیں منہ لگایا جائے۔۔۔''ہادی ٹہلتے ٹہلتے رکا۔۔۔۔ اسے اپنے اوپر کسی کی نظروں کا ارتکاز محسوس ہو رہا تھا، جس کی وجہ سے خاصی الجھن ہو رہی تھی۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا اور کسی کو نہ پا کر اس کی نظر جیسے ہی میر ہاؤس کے ٹیرس پر پڑی وہ جی بھر کر بد مزا ہوا۔

سامنے در شہوار چائے کا کپ پکڑے بظاہر بے نیازی سے دوسری جانب دیکھ رہی تھی لیکن ہادی کو اسکی ایکٹینگ میں جھول دور ہی سے نظر آ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے اس لڑکی کی ہر چیز ہی بہت بُری لگتی تھی، یہ شاید اس کے خاندان کے ساتھ اسکی ناپسندیدگی تھی یا پھر کوئی اور عنصر کار فرما تھا، اسے اس بات کی گہرائی میں جانے کا ابھی تک موقع نہیں ملا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟؟؟''سعد نے حیرانگی سے اسکی طرف دیکھا، جو غضب ناک نظروں سے میر ہاؤس کے ٹیرس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ در شہوار کو دیکھتے ہی سعد کو سارا معاملہ سمجھ آگیا۔

"چلو اندر چلتے ہیں، اب کوئی شریف انسان اپنے لان میں ٹہل بھی نہیں سکتا۔۔''ہادی کے ہونٹوں پر زہر ناک تبسم ابھرا۔

"کیوں، ہم کون سا کسی سے ڈرتے ہیں۔۔''سعد وہیں لان چیئرز پر جم کر بیٹھ گیا۔۔

"یقین مانو، اس لڑکی کو دیکھ دیکھ کر مجھے ہائی بلڈ پریشر کی بیماری ہو جائے گی۔۔۔''ہادی خاصا برہم تھا۔

"تم مٹی ڈالو اس پر اور یہ بتاؤ، بیرسٹر شیری اب کیا کرئے گی۔۔۔''سعد نے دانستہ موضوع گفتگو بدلا۔ویسے بھی جہاں درشہوار موجود ہوتی، اس کا وہاں سے جانے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ یہ ایک ایسی مجبوری تھی جس کا اظہار وہ کسی کے بھی سامنے نہیں کر سکتا تھا۔

ظاہر ہے اب وہ کیا کر سکتی ہے، سوائے صبر کرنے کے، چلو اٹھو تھوڑا باہر واک کر کے آتے ہیں۔۔۔''اس کے حلق میں کڑواہٹ گھلنے لگی۔اسے درشہوار کی نگاہوں سے الجھن ہو رہی تھی۔۔۔

"میر خاقان نے یہ سب اچھا نہیں کیا۔۔۔"

"تو کون سا پہلی دفعہ کچھ غلط کیا ہے، ہمیشہ سے یہی تو کرتے آئے ہیں وہ لوگ۔۔۔۔"

ہادی نے ایک لاتعلق سی نگاہ درشہوار پر ڈالی اور سعد کے ساتھ باہر نکل آیا، وہ دونوں اپنے گھر کے سامنے والی سڑک پر ٹہل رہے تھے ،جب ارسل کی گاڑی ان کے پاس آ کر رکی۔،وہ سعد کو دیکھ کر پھیکے سے انداز میں مسکرایا اور گاڑی سے اتر آیا، اس کی سعد کے ساتھ کافی دوستی تھی۔

"کیسے ہو ارسل۔؟ آجکل کہاں گم ہو، نظر ہی نہیں آتے۔۔؟''سعد نے اس سے گلے ملتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"بس یار کچھ ماہ سے ہوسٹل شفٹ ہو گیا تھا، اس لیے کم آنا ہو رہا تھا ادھر، تم سناؤ، کیا سین چل رہا ہے۔۔۔''ارسل کے ہر انداز میں تھکاوٹ کا عنصر غالب تھا اور آنکھوں کے نیچے حلقے بھی نمایاں تھے، ہادی ان دونوں کی گفتگو خاموشی سے سن رہا تھا۔

"کچھ نہیں، وہی سرکار کی نوکری، اور کام دھندہ۔۔۔''سعد نے سراسر اسے ٹالا۔۔

"آؤ ناں اندر، ایک ایک کپ چائے کا ہو جائے۔۔۔''اس نے آداب میزبانی نبھائے۔۔۔

"فی الحال تو تم جا کر ریسٹ کرو، ایسا لگ رہا ہے جیسے صدیوں سے جاگ رہے ہو۔۔۔''سعد نے مسکرا کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

ہاں اب تو لگتا ہے نیند مستقل ہی آنکھوں سے اڑ گئی ہے۔۔۔''ارسل کی زبان پھسلی۔

"کہیں کوئی عشق وشق کا روگ تو نہیں لگا بیٹھے، مڑ جا کاکا، اے راہوں بڑیاں اوکھیاں نے۔۔''سعد کے شرارتی انداز پر وہ ہنسا، اسی وقت میر ہاؤس کا گیٹ کھلا اور درشہوار باہر نکلی، جسے دیکھتے ہی ہادی کی تیوری چڑھ گئی، وہ جانتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر باہر نکلی ہے شاید اس نے ٹیرس سے ان دونوں کو ارسل کے ساتھ کھڑے دیکھ لیا تھا۔

"السلام علیکم۔۔۔۔''اس نے کنکھیوں سے ہادی کو دیکھتے ہوئے سبھی کو سلام جھاڑا۔ اس کی آمد پر ارسل ہلکا سا جھنجھلایا۔۔

"کیا پرابلم ہے درشہوار۔۔۔''وہ کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے کچھ ڈاکومنٹس فوٹو کاپی کروانے جانا ہے، چلو گے میرے ساتھ۔۔۔''وہ ارسل کی خفگی پر تھوڑا سنبھل کو گویا ہوئی۔

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماےراحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

"یہ کام تو گھر کا کوئی ملازم بھی کر سکتا ہے، اینی ہاؤ، دو مجھے اور تم جاؤ اندر۔۔۔''اس نے بیزاری سے اسکے ہاتھ میں پکڑا لفافہ پکڑا اور ذرا سخت لہجے میں اسے اندر جانے کا اشارہ کیا، وہ پیر پٹختی ہوئی اندر کی طرف چلی گئی، سعد کی نظروں نے بڑی دُور تک اس کا تعاقب کیا۔

بھئی سعد، اب اجازت، پھر ملیں گے انشاء اللہ۔۔۔''ارسل نے مصافحہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ باری باری دونوں کی طرف بڑھایا، اور پھر تھکے تھکے انداز میں دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گیا، میر ہاؤس کے نئے چوکیدار نے گیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ اللہ۔۔۔

اشہد ان لآاِلٰہ الاّ اللہ۔۔۔

عصر کی اذان کے یہ کلمات جیسے ہی مونیکا کے کانوں میں پڑے، اسے اپنے اندر طمانیت کی لہریں ابھرتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس نے کچن کے سارے کام چھوڑ دیئے اور بڑے سکون سے ان کلمات کو سننے لگی۔

"بابا کو جانا ہے پلیز جلدی کھانا تیار کرو۔۔۔"

اسکی بہن عجلت بھرے انداز میں گویا ہوئی، تو وہ جلدی جلدی ہاتھ ہلانے لگی، مغرب کے وقت سے تھوڑا پہلے اس کا کھانا بالکل تیار تھا۔ اس کے گھر والوں کو اس نئے گھر میں شفٹ ہوئے صرف چار دن ہوئے تھے لیکن مونیکا کی ماں کا مزاج مسلسل برہم تھا، اسے گھر تو اچھا لگا تھا لیکن پڑوس میں موجود مسجد سے آنے والی پانچ وقت کی اذان سے بڑی کوفت ہوتی اور اکثر اسی وقت ہی اس کی جارج کے ساتھ لڑائی شروع ہو جاتی اور اب تو جارج بھی اپنی بیوی کی اس بات پر بُری طرح سے چڑنے لگا تھا۔

"پتا نہیں کس مصیبت خانے میں اٹھا کر لے آئے ہو ہمیں۔۔۔''مارتھا نے دھلے ہوئے کپڑوں کو تہہ کرتے ہوئے اپنے شوہر کو سنایا، جو اس وقت ڈریسنگ کے سامنے کھڑا اپنے بال بنا رہا تھا۔

"تم ایک انتہائی ناشکری عورت ہو، ایسا لگتا ہے جیسے تمہیں نئے گھر میں نہیں جیل میں لے آیا ہوں میں۔۔۔''جارج بھی تپ گیا۔

"تم نے بھی تو یہ گھر اس طرح خریدا ہے جیسے دنیا کا کوئی آخری گھر ہو۔۔۔''مارتھا نے بھی دوبدو جواب دیا۔

"ہاں تو میرے پاس کون سا قارون کا خزانہ تھا، جتنی اوقات تھی لے لیا۔۔۔''جارج نے ہاتھ میں پکڑا برش غصے سے بیڈ پر پھینکا۔ کمرے میں کھانے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوتی مونیکا نے پریشانی سے یہ منظر دیکھا، وہ جانتی تھی کہ اسکی ماں کو کس چیز سے مسئلہ ہے۔

"بے شک گھر کرائے کا تھا لیکن سکون تو تھا۔۔۔''مارتھا نے بھی جھنجھلا کر واڈروب کا پٹ بند کیا۔

"یہاں کون تمہاری گردن پر انگوٹھا رکھے بیٹھا ہے۔۔۔؟" جارج غصّے سے اپنی بیوی کے عین سامنے آن کھڑا ہوا۔اسی وقت مسجد سے مغرب کی اذان کی آواز پر مارتھا نے بڑی طنزیہ نگاہوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔لاؤڈ اسپیکر کی آواز فل ہونے کی وجہ سے اب وہ دونوں صرف ایک دوسرے کے چہرے کے تاثرات ہی دیکھ سکتے تھے۔

"اب پتا چل گیاناں، کون انگوٹھا رکھے بیٹھا ہے۔۔۔" جیسے ہی اذان کی آواز بند ہوئی مارتھا ایک دفعہ پھر شروع ہوگئی۔

"دماغ خراب ہے تمہارا، آج تک چرچ کے پڑوس میں واقع احمد صاحب کی مسز نے تو کبھی ایسی شکایت نہیں کی تھی۔۔۔" جارج نے اپنی ایک جاننے والی فیملی کا حوالہ دیا۔

"ہمارے چرچ میں ہر وقت شور وغل تھوڑی ہوتا ہے۔۔۔" مارتھا کے عقائد اپنے مذہب کے معاملے میں خاصے پختہ تھے۔

"پاپا، پلیز کھانا کھائیں، اور پھر آپکو اکیڈمی بھی جانا ہے۔۔۔" مونیکا نے پریشانی سے کھانے کی ٹرے سائیڈ میز پر رکھی۔

"یہ تم اپنی ماں کو کھلاؤ، جو ہر وقت میرا بھیجا چاٹتی رہتی ہے۔۔۔" وہ غصّے میں اپنی بائیک کی چابی اٹھا کر گھر سے نکل گئے۔مونیکا نے تاسف بھری نگاہوں سے اپنی ماں کی طرف دیکھا، جن کے چہرے پر ابھی بھی کوفت کا تاثر نمایاں تھا۔

"تم کب جارہی ہو لاہور۔۔۔؟"

"کل رات۔۔۔۔"

"بس ٹھیک ہے اس دفعہ کچھ پیسے لیتی جانا اور وہاں سے اپنی شادی کی کچھ شاپنگ کرلینا۔۔۔۔"

ماں کی اس بات نے مونیکا کو بدمزا کیا، لیکن اس نے مصلحتا اثبات میں سرہلایا اور ٹرے اٹھا کر کمرے سے نکل گئی،مارتھا جھنجھلا کر بیڈ پر بیٹھی، وہ چاہ کر بھی اپنے شوہر جارج کو نہیں بتاسکتی تھی کہ اسے اذان کے کلمات نہیں اس لمحات میں اپنی بیٹی کے چہرے پر چھایا ہوا سکون خوفزدہ کرتا ہے اور اسی بات نے ان کی رات کی نیندیں اور دن کا سکون برباد کررکھا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"ممی، آپ نے کیوں سونے دیا اسے۔۔۔؟"

"حد کرتی ہو شیری، تم نے اسکی شکل نہیں دیکھی، کیسے چند دنوں میں مرجھا سا گیا ہے میری بیٹی کا چہرہ۔۔" ٹینا بیگم کو آج بار بار رومی پر لاڈ آرہا تھا۔

شہرزاد کی گھر واپسی ہوئی تو رومیصہ کھانا کھا کر بڑی گہری نیند سوچکی تھی، جب کہ شہرزاد کو اس سے بات کرنے کی بے تابی تھی، اس لیے وہ کرید کرید کر ان سے رومیصہ کے متعلق پوچھ رہی تھی۔

"اس نے کچھ تو بتایا ہوگا ممی۔۔۔۔" شہرزاد ٹہلتے ٹہلتے رکی۔

"بس یہی بتا رہی تھی کہ وہ چند لڑکے تھے اور اسے کسی فارم ہاؤس میں بند کر رکھا تھا، اور پولیس کے چھاپے پر گھبرا کر وہ اسے لے کر نکل آئے۔" ٹینا بیگم نے سلاد کی پلیٹ سے کھیرا اٹھاتے ہوئے بڑے سکون سے بتایا، رومیصہ کی واپسی نے انہیں خاصا ریلکس کر دیا تھا۔

"انہوں نے خدانخواستہ اس کے ساتھ کچھ بُرا تو نہیں کیا۔۔۔" شہرزاد نے ڈھکے چھپے الفاظ میں پوچھا۔

"نہیں، نہیں، ایسا کچھ نہیں ہوا الحمد اللہ میں نے رومی سے بہت کرید کرید کر پوچھا تھا۔۔۔" ٹینا بیگم کا پر سکون لہجہ اس بات کا گواہ تھا کہ واقعی رومیصہ نے انہیں اچھا خاصا مطمعن کر دیا ہے اور کچھ ہارون سے جان چھوٹ پر بھی وہ ان دنوں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھیں۔۔

"وہ بہت زیادہ ڈیپریس یا ٹینس تو نہیں تھی۔۔۔" شہرزاد کی کسی صورت بھی تسلی نہیں ہو پا رہی تھی۔

'کم آن شیری۔۔۔۔" ٹینا بیگم ہلکا سا جھنجھلائیں۔۔۔

"میں نے بتایا ناں، اس میں بہت پوزیٹو چینج آچکا ہے، ایسا کچھ نہیں ہے، جو تم سوچ رہی ہو، وہ تو بہت جذباتی انداز سے ملی تھی مجھے اور کافی دیر میری گود میں سر رکھے بھی لیٹی رہی ہے۔۔۔" وہ اسے مطمعن کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھیں۔

اسی وقت شہرزاد کے سیل فون پر ہم زاد کا نمبر بلنک کیا، وہ کال اٹینڈ کرتے ہی لان میں چلی آئی اور ٹینا بیگم نے بھی سکون کا سانس لیا، وہ جانتی تھیں کہ جب تک شیری، خود رومیصہ سے بات نہیں کر لے گی ریلکس نہیں ہو گی اور نہ ہی انہیں چین سے بیٹھنے دے گی۔۔

"کیسی ہو تم، ایک بات تو بتاؤ۔۔" دوسری طرف اسکی لہجے میں خاصی گہری سنجیدگی تھی، شہرزاد کا دل بے اختیار دھڑکا۔

"ہاں پوچھو۔۔۔"

"آج مجھے اپنی فیورٹ بلیک کافی کا ذائقہ اتنا بدمزا اور تلخ کیوں لگا ہے۔؟۔" ہم زاد کے جتاتے ہوئے انداز پر شہرزاد کے چہرے پر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ آگئی، وہ جانتی تھی کہ اسکا اشارہ کس طرف ہے۔

"تم نے کیا خفیہ کیمرے لگا رکھے ہیں میرے اوپر۔۔۔"

"تمہارا اور میرا تعلق خفیہ کیمروں پر نہیں کسی اور کنکشن پر چلتا ہے، یقین مانو، جذبات میں سچائی اور خلوص ہو تو ایک دل کی بات دوسرے کے دل پر وحی بن کر اترتی ہے، یقین نہیں آتا تو آزما لو۔۔۔" ہم زاد کی بات پر شہرزاد کا دل اتنی زور سے دھڑکا کہ اس نے بے اختیار اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

"تو پھر میرے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہوتا۔۔۔" اس نے ہچکچا کر پوچھا۔

"کبھی میری والی پوزیشن پر آکر دیکھو، یا میری طرح سوچ کر دیکھو، الہام نہ ہونے لگیں تو نام بدل دینا۔۔۔" اس نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"فی الحال الہام کو چھوڑو، مجھے یہ بتانا تھا کہ۔۔۔۔"

"رومیصہ واپس آگئی ہے۔۔۔''ہم زاد نے اس کی بات کاٹ کر بے ساختہ کہا تو وہ ساکت ہو گئی۔

"ہاں۔۔۔"

"مبارک ہو۔۔۔ لیکن اس بات کو ابھی اپنے گھر تک ہی محدود رکھو تو بہتر ہو گا۔۔''اس نے مخلصانہ مشورہ دیا، جو شہر زاد کو اچھا نہیں لگا۔

"میں بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ مجھے اس معاملے کو کیسے ہینڈل کرنا ہے۔۔۔''بات کرتے ہوئے شہر زاد کی نظر گیٹ پر پڑی، جہاں اس کے گھر کا چوکیدار ایک میاں بیوی اور ان کے ساتھ تین ٹین ایج بچوں کو لیے اندر کی طرف جا رہا تھا۔

"ہاں تم واقعی جانتی ہو کہ کس شخص کو کس طرح سے ہینڈل کرنا ہے اور کس کی نبض پر کیسے ہاتھ رکھنا ہے۔۔۔؟''اسکے طنزیہ انداز پر وہ مسکرائی۔

"تم خفا ہو مجھ سے۔۔۔"

"ایک دفعہ ہوا تھا یقین مانو پوری کائنات ہی بے رنگ لگنے لگی تھی۔۔۔''وہ جانتی تھی، باتوں میں اس سے کوئی نہیں جیت سکتا تھا۔

"میرا خیال ہے مجھے فون بند کر دینا چاہیے۔۔۔''اسکی باتیں شہر زاد کے دل کو ایکدفعہ پھر گھیرنے لگیں، تبھی اس نے بوکھلا کر فون بند کر دیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اندر آئی تو ٹینا بیگم سامنے ایک کھلی عدالت سجائے بیٹھیں تھیں۔

"جمیل میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ ابھی اس گھر میں نئے ملازمین کی ضرورت نہیں ہے، تم نے پھر بلوا لیا نہیں۔۔۔"

"بی بی جی، یہ میرا پھپھی زاد بھائی ہے، یقین مانیں، بہت مجبور لوگ ہیں یہ۔۔۔''جمیل کے التجائیہ انداز پر شہر زاد چونکی۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے کہ تین لوگوں کے اس گھر میں چھتیس نوکر بھرتی کر لوں میں۔۔۔''ٹینا بیگم کے ایک دم چڑنے پر دونوں میاں بیوی کے چہرے پر ایک تاریک سایہ دوڑا، وہ اپنی ساری کشتیاں جلا کر آئے تھے اور انکے پاس واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

"ایکسکیوز می مام، مجھے بات کرنے دیں ان سے۔۔۔''شہر زاد ایک دم ہی سامنے آئی تو چوکیدار کی سانس میں سانس آئی، اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ شیری بی بی کا مزاج اس گھر میں سب سے مختلف ہے اور وہ ملازمین کو انسانوں کی طرح ٹریٹ کرتی ہیں۔

"پلیز شیری بی بی، ان کا کچھ کریں، یہ بیچارے تو مری چھوڑ کر مستقل آ گئے ہیں یہاں۔۔۔"

مری کے نام پر شہر زاد چونکی اور اس نے اس دفعہ ذرا غور سے اپنے سامنے کھڑے اس کنبے کو دیکھا، جن کے چہروں پر بے بسی کے اتنے رنگ تھے کہ شہر زاد کو بے اختیار ان سے نظریں چرانی پڑیں۔۔

"ٹھیک ہے تم ہی ہینڈل کروا نہیں، میرے پاس تو وقت نہیں ہے۔۔۔"

ٹینا بیگم رسٹ واچ پر ٹائم دیکھتے ہوئے کھڑی ہوئیں۔"لیکن فار گاڈ سیک شیری یہ ضرور دیکھ لینا کہ گھر میں مزید لوگوں کی گنجائش نہیں ہے۔۔''انہوں نے سیٹنگ روم سے نکلتے ہوئے بڑے واضح الفاظ میں کہا اور ٹک ٹک کرتیں ہوئیں سیٹنگ روم سے نکل گئیں۔

"اس سے پہلے کہاں جاب کر رہے تھے آپ لوگ۔۔۔؟"

شہر زاد کے اس سوال پر بہادر علی نے بے اختیار پریشانی سے اپنی بیوی رشیدہ کی طرف دیکھ اور ان کے چہرے پر پھیلا ہوا خوف شہر زاد کی زیرک نگاہوں سے نہیں چھپ سکا۔وہ کچھ شش و پنج کا شکار لگ رہے تھے، جیسے بتانا نہ چاہ رہے ہوں۔

"دیکھیں، آپ کو صاف صاف بات بتانا ہوگی، ورنہ ممی کا جواب تو آپ سن چکے ہیں۔۔۔''شہر زاد نے انہیں پریشرائز کیا۔

"بی بی جی، جن کے گھر ہم پچھلے بیس سال سے کام کر رہے تھے، انہوں نے بہت بُرا کیا ہمارے ساتھ۔۔۔''رشیدہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں اور شہر زاد کے کان کھڑے ہوگئے، اس کی چھٹی حس نے غلط الارم نہیں بجایا تھا۔

"ہمارے تو محافظ ہی لٹیرے بن گئے، ہمیں برباد کر دیا ان ظالموں نے، اللہ غارت کرے گا انہیں بھی انشاء اللہ۔۔''رشیدہ اونچی آواز میں رونے لگی تو شہر زاد کو ہلکی سی پریشانی ہوئی۔

"کن کی بات کر رہی ہیں آپ۔۔۔؟؟؟"

"میر حاکم علی کے خاندان کی۔۔۔''اس دفعہ جواب اس کے چوکیدار جمیل کی طرف سے آیا تھا۔

شہر زاد کو ایک زوردار جھٹکا لگا، اور اس نے بے یقینی سے سامنے کھڑے گھرانے کو دیکھا، ان سب کے چہروں پر پھیلی بے بسی اور لاچارگی ان کی سچائی کی گواہ تھی، وہ واقعی کسی بڑی قیامت سے گذر کر اس کے پاس آئے تھے یا پھر قدرت خود ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کے در پر لے آئی تھی۔ شہر زاد کو شجاع غنی کی بات پر یقین آگیا، وہ جو کہتا تھا کہ اللہ نے میر خاندان کی رسی دراز کر رکھی ہے اور کسی دن اچانک کھینچ کر ان سب کو اوندھے منہ گرا دے گا۔ شہر زاد کے ہونٹوں پر بڑی مبہم سی پراسرار مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

باقی آئندہ 28 اکتوبر کو

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔